نبوی نظامِ معاشرت

سیرتِ طیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی

پروفیسر نصرت جہاں

Abstract

Discipline is a must for the success of any complex system. The success of organisations is due to the administrative procedures, Similarly human being and society demand a comprehensive and well-planned management.

People reflect what they learn from their societies. The more civilized a human being is, the more productive the society will be.

Allah gives a complete and perfect guideline for each and every aspect of life.

The holy Quran and the sacred life of the Holy Prophet (P.B.U.H) throw a bright light on the human behaviour, problems and suggest a through solution.

It is a world wide accepted reality that the Holy Prophet (P.B.U.H) converted a group of lawless people into a civilized and highly humanly society. This guidance of Islam will continue till the day of judgment.

اسلام نے دیا ہے کچھ ایسا طرز معاشرت   کرتا ہے جو ہر ایک برائی کی مذمت
ملتی ہے اسے پھر ہمیشہ ہی قدر منزلت   چاہتا ہے دل سے جو دین کی نصرت

نظام ''نظم'' سے بنا ہے اور معاشرہ لوگوں کے گروہ سے لہٰذا جب یہ گروہ منظم ومربوط ہوکر اپنی

حیات کی کشتی کو عمل کے سمندر میں اُتارتا ہے تو اس کشتی کو متوازن اور متحرک رکھتے ہوئے کامیاب سفر زندگی کے ساحل پر پہنچانے کے لئے مثبت، جامع اور مستحکم نظام معاشرت کے پتوار کی ضرورت پڑتی ہے۔اگر یہ پتوار مضبوط اور ہموار ہوں تو پھر کشتی زیست حسنِ عمل کی لہروں پر رواں ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں بھیجا تو محض زندگی کے دن پورے کرنے کے لئے نہیں بلکہ زندگی کو با مقصد اور منظم طریقے سے گزارنے کیلئے احکامات الٰہیہ کی پیروی کرتے ہوئے اُس عظیم مقصد حیات کی تلاش کے لئے جس کی بدولت انسان کو کامل معراج نصیب ہوسکے۔اس سلسلے میں انسان کو بھرپور رہنمائی کی ضرورت تھی جسے دین اسلام نے میسر و مہیا کیا۔

اسلام دنیا کے لوگوں کو اسی نظریہ امن پر مجتمع کرتا ہے اور انسانی زندگی کو خوب منظم کرتے ہوئے زندگی کے سب سے بڑے مقصد دنیا و آخرت کی کامیابی کا سبب بنتا ہے۔

اسلام نظام سے پہلے عقیدے کا نام ہے۔ اسلام ''مادہ اور روح''علیحدہ علیحدہ نہیں کرتا بلکہ زندگی کے ہر حصہ میں وہ روح کو مادہ سے وابستہ رکھتا ہے اور دونوں کے مجموعہ کو زندگی قرار دیتا ہے ایک کو اختیار کر لینا اور دوسرے کو چھوڑ دینا اسلامی اقدار کے منافی ہے۔

اسلامی تعلیمات بڑی آسان، عام فہم اور واضح ہیں جو خرافات اور فاسد قسم کے اعتقادات کو اپنے اندر قطعاً جگہ نہیں دیتی اور وہ ہر دور میں ہر جگہ یکساں اور مفید اور عمل پیرا ہونے کے اعتبار سے درست ہیں اللہ پاک نے خود ارشاد فرمایا:

''آج کے دن تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تمام کر دیا
اور میں نے دین اسلام کو تمہارے دین بننے کے لئے پسند فرمالیا''۔(۱)

اسلام انسانی زندگی کو اعتقادی، اقتصادی، سیاسی، ثقافتی اور اجتماعی ہر لحاظ سے منظم کرتا ہے اور اسی طرح تمام مشکلات کا حل بتاتا ہے اور اس کے لئے عملی نمونہ سب سے بڑے اور عظیم داعی۔ ہادئی برحق سرورِ کونین، تاجدارِ مدینہ، آقائے دو جہاں نور علیٰ نور سرکار دو عالم سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں۔جن کی پوری زندگی کامل سیرت کا عملی نمونہ ہے۔جن کے لئے خود قرآن پاک میں اللہ جل شان فرماتے ہیں کہ: ''بے شک آپکی حیات طیبہ میں بہترین نمونہ ہے''۔

آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنی زندگی کے مکی دور میں اپنی تمام تر توجہ اصلاح عقیدہ پر صرف کی اور مدنی زندگی میں دولت اسلامیہ کا نظام وضع فرمایا آپؐ نے اپنے کامل طرز عمل سے غیر منظم انسانی زندگیوں کو اور اسلامی معاشرے کو منظم کیا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کامل انسان اور خاتم الانبیاء ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت نے تمام شریعتوں کو اللہ کے حکم سے منسوخ

کردیا ہے۔

لہٰذا ان کی شریعت کے علاوہ اور شریعت نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کے لوگوں کی طرف انہیں رسول بنا کر بھیجا ہے تا کہ انہیں ظالم قسم کے قوانین اور ادیان سے نکال کر عدل و انصاف اور پاکیزگی پر مبنی دین اسلام پر کاربند کردیں۔ جس کی تعلیمات ہر دور میں ہر جگہ یکساں اور مفید اور عمل پیرا ہونے کے اعتبار سے راست ہیں۔ (۲)

حق تعالیٰ شان نے ہمارے نبی خاتم الانبیاء امام الانبیاء محمد ﷺ کو رحمت اللعالمین بنا کر بھیجا آپ ﷺ نہ صرف انسان و جنات کے لئے رحمت ہیں بلکہ عالم سماء، عالم ارض، عالم بروبحر، عالم حیوانات و جمادات ونباتات غرض یہ کہ سارے عالموں کے لئے آپؐ کی ذات مبارکہ نے جو ہمیں نظام معاشرت دیاوہ وہی ہے جسے اللہ پاک نے ہمارے لئے پسند فرمایا۔ دین اسلام کیونکہ مکمل ضابطہ حیات ہے جو زندگی کے سارے شعبوں پر مشتمل ہے جس میں عقائد بھی ہیں، عبادات بھی، معاملات بھی، لین دین کے طریقے اور معاشرے کے رہن سہن اور گھریلو زندگی کے طریقے بھی اور اخلاق واحسان اور حسن سلوک کے طریقے بھی ہیں۔ دین اسلام صرف عبادات کا نام نہیں ہے اسکے ساتھ ساتھ ان تمام احکامات وتصرفات کا نام ہے جن میں رنگ جانے کو اللہ پاک نے اپنے میں رنگ جانا فرمایا ہے۔

''ہمارے اوپر اللہ کا رنگ ہے اور اللہ سے بہتر کون رنگ دینے والا ہے اور ہم تو اس کی بندگی کرنے والے ہیں''۔ (۳)

دین اسلام زبردست طاقت وقوت والا ہے۔

جس کی مثال کچھ اس طرح ہے کہ:

''کیا آپ نے نہیں دیکھا کر اللہ نے ہی اچھی تمثیل کلمہ طیبہ کی بیان کی کہ وہ ایک پاکیزہ درخت کے مشابہ ہے جس کی جڑ خوب مضبوط ہے اور اس کی شاخیں خوب اونچائی میں جاری ہیں وہ اپنا پھل ہر فصل میں (اپنے پروردگار کے حکم سے) دیتا رہتا ہے اور اللہ لوگوں کے لئے تمثیلات اس لئے بیان کرتا ہے تا کہ وہ خوب سمجھ لیں۔ اور سمجھ اُسی وقت نصیب ہوتی ہے جب ہم سیرت طیبہ کی روشنی میں اس سے استفادہ حاصل کریں گے''۔

آپ نے دنیا میں تشریف لاکر زندگی گزارنے کا صحیح طریقہ بتایا یعنی انسان دینی و دنیاوی ضرورت کو کس طرح پورا کرے کیونکہ اس کی گواہی خود اللہ پاک نے قرآن پاک میں دی ہے:

''بلاشبہ تم لوگوں کیلئے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات مبارکہ میں ایک عمدہ

نمونہ ہے''۔(۴)

مزید فرمایا گیا کہ:

''اور جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے گا سو وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا''۔(۵)

پیغمبر انسانیت صلی اللہ والہ وسلم نے کسی اعتقاد کسی نظریہ اور کسی نقشہ وفکر کے بغیر اصلاح وتعمیر کا کام یونہی شروع نہیں کر دیا یہ ایک محض مبہم جذبہ نہ تھا۔ بلکہ حضور کون ومکان عظیم ترین سچائی کی مشعل لے کر اٹھے انتہائی حساس میں قلب کے ساتھ برسوں حضور پرنور نے زندگی کے معمہ پر کاوشیں کی تھیں۔ غار حرا کی خلوتوں میں مدتوں اپنے اندرون کا بھی مطالعہ کیا اور بیرونی عالم پر بھی غور کیا۔تمدن کی فلاح و فساد کے اصولوں کو سمجھنے میں بھی دماغ صرف کیا۔لیکن عملی اقدام اس وقت تک نہیں کیا جب تک علم الٰہی نے آپؐ کے قلب کو حقیقت سے منور نہیں کر دیا۔ اور اس سے بڑی سچائی پوری طرح آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سامنے بے نقاب ہوئی۔سب سے بڑی سچائی یہ ہے کہ: ''کائنات کا ایک خدا ہے اور انسان اس کا بندہ ہے''۔

یہی کلمہ حق حضورؐ کے انقلاب کا بیج تھا اس بیج سے صالح زندگی اور صحت مندر تمدن کا شجرۂ طیبہ نمودار ہوسکتا تھا جس کی شان یہ ہے کہ اس کی جڑیں زمین میں گہری اتری ہوئی ہیں اور اس کی شاخیں بلندیوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔(٦)

سرکار دوعالم ﷺ کا انقلابی کلمہ حق جس دل میں اترا اس کی کایا پلٹ دی جس کی زندگی میں داخل ہوا اس کا نقشہ بدل دیا۔

''وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ضابطہ ہدایت اور دین حق دے کر اس غرض سے بھیجا کہ وہ ہر دین کے مقابلے میں اسے (پوری انسانی زندگی پر) غالب کردے اگر یہ مشرکوں کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو''۔(۷)

نظامِ معاشرت کے اصول:

احکام کے سلسلے میں اگر کسی بات کو موضوع فکر ٹھہرانا مقصود ہو تو اس بنیادی اصولوں کو مدنظر رکھنا چاہئے کہ ہر چیز دو پہلوؤں کی حامل ہے ایک اصل ہے اور دوسری فرع اسلام میں ہمیشہ اصل پر زور دیا گیا ہے نہ کہ فرع پر اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اوّل غیر مبدّل سے ہوتی ہے جس کی فرع میں حالات کے مطابق تغیر وتبدل کا امکان موجود رہتا ہے اسلام چونکہ دائمی اور آفاقی مذہب ہے اور دین حیات ہے اس لئے قدرتی طور پر اصول سے بحث کرتا ہے۔

اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی صورت میں کامل ترین ہدایت کا بندوبست فرمایا ہے اور انسانوں کو بہترین نظام معاشرت مرحمت فرمایا۔

یوں تو اسلامی نظامِ معاشرت بے شمار زریں اصول وضوابط سے آراستہ ہے لیکن ہم اختصار سے کام لیتے ہوئے چند بنیادی اصول کا تذکرہ کریں گے۔

سماجی پہلو:

معاشرے کی فلاح و بقاء کے لئے جہاں معاشرے کا سیاسی اور معاشی نظام مستحکم ہونا چاہیے۔ وہاں اس کا بنیادی ڈھانچہ یعنی سماجی اقدار کا بھی منظم و مستحکم ہونا ضروری ہے۔ اگر ہم دور بعیدہ کا زکریں تو معاشرے کا چلن بے ہنگم نظر آتا ہے لیکن محسن انسانیتؐ ہادئ برحق روشن چراغ کے ذریعے ایک ایسا نظام معاشرے میں متعارف کراتا ہے کہ جس پر زمانے کو فخر ہے: آپؐ نے زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی فرما کر کے عام معاشرے کو عظمت انسانی کا علمبردار معاشرہ بنادیا۔ آپؐ نے مصافحہ و معانقہ سے لیکر عہد کی پاسداری تک تمام جملہ احکام عطا فرمادیئے۔

امام شاطبیؒ نے موافقات کے شروع میں دین کے ضروری احکام کی وضاحت کی ہے جن پر دین و دنیا کی مصلحتیں موقوف ہیں اور جن کے نہ ہونے سے دین و دنیا میں فساد راہ پائے گا اور انسانی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔ یہ تین قسمیں ہیں:

۱) عبادات ۲) عادات ۳) معاملات

فقہائے احناف میں سے علامہ نجیمؒ نے بحر الرائق کے شروع میں امور دین کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے: ۱)، اعتقادات، ۲)، عبادات، ۳)، معاملات، ۴)، مزاجر، ۵) آداب (۸)

دنیا کے حالات بدلتے رہتے ہیں اس لئے انسانی معاشرت کے خاکے بھی بدلتے رہتے ہیں اور بدلتے رہیں گے لیکن کیونکہ شئے نہیں بدلتی اس کے رنگ شکل اور پہلو بدلتے رہتے ہیں جس طرح مادیت کے اصولِ طبعئ کبھی نہیں بدلے گرم چیز گرم، ٹھنڈی چیز ٹھنڈی، روشنی روشنی اور تاریکی تاریکی ہی رہتی ہے بالکل اسی طرح قانون الٰہیہ بھی تبدیل نہیں ہوتے۔ (۹)

''خدا کے قانون میں کوئی ادل بدل نہ پائے گا'' (۱۰)

سیاسی پہلو:

انسان جس معاشرے میں رہتا ہے کچھ اصول وضوابط کا پابند ہوتا ہے لیکن اگر ہم بہ نظرِ غائر مطالعہ کریں تو اس حقیقت سے پردہ اٹھنے میں دیر نہیں لگتی کہ وہ معاشرہ ابتری کا شکار رہا ہے جس کا سیاسی

کردار منتشر رہا ہے اور یہی انتشار شکست و ریخت کا سبب بنتا رہا ہے۔

جبکہ یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ حضور ﷺ کے پیش نظر جہاں اعتقادی اور اخلاقی انقلاب تھا وہاں پوری اہمیت کے ساتھ سیاسی انقلاب بھی تھا جہاں فرد کی اصلاح مطلوب تھی وہاں تمدن کی درستی بھی مقصد تھی۔ یعنی حضور ﷺ نے انسان کو ایک اجتماعی وجود کی حیثیت سے سامنے رکھا اور اسکی اصلاح اسکے جملہ تمدنی ربطوں کے تناظر میں کی، حضور اکرم ﷺ انسان کو تمدن سے منقطع فرد کی حیثیت سے نہیں لیا اور اپنی دعوت اس کی نجی زندگی تک محدود نہیں رکھی۔(۱۱)

آپ ﷺ نہ تو ایک فلسفی تھے کہ محض چند اونچے اور گہرے خیالات دے دیتے اور واقعاتی احوال سے تعرض نہ کرتے اور نہ محض ایک واعظ تھے جو اجتماعی مفاد سے آنکھیں بند کر کے محض خود کو مخاطب کرتے اور ٹھنڈے میٹھے وعظ سنایا کرتے اور نتائج پر سرے سے سوچا نہ کرتے انسانیت کے اس محسن نے پورے تمدنی شعور کے ساتھ حیات انسانی کی کامل تبدیلی پیش نظر رکھی اور ان قوتوں اور عناصر کو پہچانا جو جاہل تمدنی گاڑی چلا رہی تھی۔ اسے دلائل کے ساتھ دعوت بھی دی اس پر تنقید بھی کی اور اسے چیلنج بھی کیا تاریخ کے دھارے پر نگاہ بھی رکھی۔ حالات وواقعات کی ایک ایک چیز پر توجہ دی ہو، واقعے کی قائدانہ بصیرت کو سیاسی شعور کے ساتھ دیکھا کہ وہ کس پہلو سے اصلاح کی مہم کے لئے مفید پڑ سکتا ہے اور کس پہلو سے خلاف جاتا ہے معاشرے کے ان عناصر پر توجہ رکھی کہ دعوت کے کس موقع پر کس سے کیا امیدیں کی جاسکتی ہیں اپنی قوت زورِ رفتار کو حریفوں کی قوتِ رفتار کے مقابل ملحوظ رکھا۔

ہر اقدام کے لئے صحیح ترین وقت کا انتظار صبر سے کیا اور جب موزوں گھڑی آگئی تو جرات سے قدم اٹھا دیا۔ رائے عامہ کے لئے ہر مد و جزر کا کامل فہم حاصل کیا اور مخالفین کے ہر پروپیگنڈے پر مقابلہ کر کے ان کے اثرات کو توڑا۔

جو لوگ حضور ﷺ کے گرد جمع ہوئے انکو آپ ﷺ نے صوفی اور درویش نہیں بنا دیا۔ راہبوں اور جوگیوں کے نقش پر نہیں ڈھالا بدی سے بھاگنے اور غالب قوتوں سے خوف کھائے اور دولت واقتدار سے مرعوب ہونے والی ذہنیت انہیں نہیں دی وہ لوگ بھولے بھالے اور شان کے زہاد معتزلانہ تھے۔ وہ جری اور بے باک باشعور اور بصیرت مند خود دار اور غیور ذہن اور زیرک فعال اور متحرک، پیش رو اور تیز گام تھے وہ پادریوں اور سادھوؤں کے سے انداز نہیں رکھتے تھے بلکہ کار فرما بننے کی صلاحیتوں سے آراستہ تھے۔ بہترین فطرت کے لوگ بہترین تربیت پا کر بہترین تنظیمی رشتے سے بندھ کر اور بہترین قیادت کے ہاتھوں میں جا کر ایک نا قابل شکست قوت بن گئے۔(۱۲)

آپ ﷺ کی دعوت کے سلسلے میں ”عرب و عجم کے اقتدار کا چرچا اتنا عام ہو گیا تھا کہ اہل

قریش نے کہنا شروع کر دیا تھا کہ یہ ہیں وہ جو عرب وعجم کے حکمران اور سردار بننے والے ہیں''

آپ ﷺ کی سیاسی بصیرت کا نتیجہ تھا کہ عرب جیسے جاہل معاشرہ نے فلاح ونجات پائی۔

''بس وہ ایک کلمہ ہے اسے اگر مجھ سے قبول کرلوتو اس کے ذریعے تم سارے عرب کو زیرنگیں کرلو گے اور سارا عجم تمہارے پیچھے چلے گا۔''(۱۳)

ایک موقع پر جب تشدد کی بھٹی خوب گرم تھی حضور اکرم ﷺ نے پہلے تو ان کو بتایا کہ اقامت دین کی جدوجہد کی گھاٹیاں کتنی کھٹن ہوتی ہیں اور ماضی میں جن جوانوں نے ہر فرض ادا کیا ہے انہیں کیا کچھ پیش آیا اور پھر پورے وثوق سے مثردہ سنایا کہ" خدا کی قسم اس مہم کو اللہ تعالیٰ اسکے مرحلہ تکمیل تک پہنچائے گا۔

بیرونی خطرات کی انسداد کے لئے خدا نے عجیب وغریب سامان پیدا کردیئے ۔قریش اور منافقین مدینہ کے اشتعال سے یہودیوں نے اسلام کو پامال کرنا چاہا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خود چور چور ہوگئے ۔سن ۳ ہجری سے لے کر سن ۷ ہجری تک متواتر لڑائیاں پیش آئیں اور آخری فتح خیبر پر ان کی سیاسی قوت کا خاتمہ ہوگیا۔(۱۴)

صحیح بخاری اور طبری میں امام زہریؒ کا قول ہے:

''جب صلح ہوگئی اور جنگ موقوف ہوگئی ایک دوسرے سے لوگ بے خوف ہوگئے باہم ملے جلے، باتیں چیتیں ہوئیں تو کوئی عقل مند ایسا نہیں تھا جس سے اسلام کے متعلق گفتگو ہوتی ہو اور اس نے قبول نہ کرلیا ہو''۔

چنانچہ جتنے لوگ ابتداء سے اس وقت تک مسلمان ہوئے تھے صرف ان دو برسوں میں ان کے برابر بلکہ ان سے زیادہ تعداد میں لوگ مسلمان ہوگئے۔

ان مبلغین اور دعاۃ کے اثر سے اسلام ہر جگہ تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا۔ دعاۃ اطراف مکہ میں بھیج دیئے گئے تھے اور لوگ خوشی خوشی مسلمان ہوتے جاتے تھے۔قرآن پاک میں ارشاد ہے:

''جب خدا کی فتح ونصرت آگئی اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ فوج درفوج خدا کے مذہب میں داخل ہورہے ہیں''(۱۵)

اور پھر تیرہ وتار راتوں کے بعد سپیدۂ صبح نمودار ہوتا ہے۔ گھنگھور گھٹائیں جب چھٹ جاتی ہیں تو خورشیدِ تاباں ضیاء گری کرتا ہے دنیا گناہ گاروں اور ظلم وستم کی تاریکیوں سے گھری ہوئی تھی کہ دفعتاً صبح سعادت نے ظہور کیا اور حق وصداقت کا آفتاب پرتَو افگن ہوا۔عرب جس طرح ایک خدا کو پوجنے لگا تھا اب وہ صرف ایک ہی حکومت کے ماتحت تھا۔

ارشاد پاک ہے:

"خدا نے تم میں سے ایمان داروں اور نیکو کاروں سے وعدہ کیا ہے کہ ان کو بلا شبہ اپنی خلافت اسی طرح عطا کرے (گا) جس طرح گذشتہ اُمتوں کو اس نے اپنی خلافت عطا کی تھی" (۱۶)

یہ تمام انتظام اور نظم ونسق اسلام کا حقیقی نصب العین نہ تھا بلکہ یہ اس لئے تھا کہ ملک میں امن و امان پیدا ہو اور ایک منفرد اور با قاعدہ حکومت کا وجود ہوتا کہ مسلمان بے روک ٹوک اور بلا مزاحمت اپنے مذہبی فرائض انجام دے سکیں۔

آبادی و مملکت جن کا قانونی نام مدینہ ہے اس کی حفاظت و مصلحت کے قوانین کا نام سیاست ہے لیکن ہمارے قدیم فقہاء نے اس کے لئے سیر کی اصطلاح قائم کی ہے جیسے "کتاب السیر" امام محمد اس میں امارت وخلافت اور صلح و جنگ کے مسائل بیان کرتے ہیں اور متاخرین نے ان کو احکام سلطانیہ کے نام سے لکھا ہے جیسے "احکام السلطانیہ" قاضی ماوردی شافعی التوفی ۴۵۰ھ اور احکام السلطانیہ قاضی ابویعلی حنبلی التوفی ۴۵۸ھ وغیرہ۔(۱۷)

دستوری معاہدے

آپ ﷺ کی قائدانہ بصیرت اور سیاسی عظمت کے نمایاں پہلوؤں میں یہ ہے کہ اس نبی نے بہت تگ ودو کر کے مدینہ کے مختلف عناصر کو چند ماہ کے اندر اندر دستوری معاہدے کے تحت جمع کیا کس عرق ریزی سے اردگرد کے قبائل سے حلیفانہ تعلقات قائم کئے۔

محسن انسانیت ﷺ کی جنگی پالیسی کا اساسی کلیدیہ تھی کہ غالب عنصر کا خوف پانے کے بجائے اسے بے بس کر دیا جائے تا آنکہ یا تو وہ تعاون کرے یا وہ مزاحمت چھوڑ دے۔

"آنحضرت ﷺ کی سیاست قریش کو تباہ و نابود کرنے پر نہیں بلکہ بلکل محفوظ رکھ کر بے بس اور مغلوب کر دینے پر مشتمل تھی"(۱۸)

معاشی پہلو:

اجتماعیات انسانی میں یقیناً معاشیات اور اقتصادیات کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔اسلام نے ایک مکمل نظام معیشیت متعارف کرا کے انسانی معاشرہ کو "افراط وتفریط" کے مضمرات سے نکال لیا ہے ہر نظام کے دو پہلو ہوتے ہیں ایک فکری اساس اور دوسرا علمی ڈھانچہ یہ دونوں پہلو باہم مربوط ہوتے ہیں اور کسی بھی نظام کو اس کی فکری اساس سے ہٹا کر موضوع گفتگو نہیں بنایا جا سکتا اسلام میں بھی نظریا

تی اساس اور بنیاد کا معاملہ انتہائی اہم ہے جس کو ہم اصطلاحاً ایمان سے تعبیر کرتے ہیں اسلام درحقیقت ایمان پر قائم ہے۔ اللہ پر یقین کہ اس کائنات کا ایک خالق اور مالک ہے اس نے کائنات کو ایک متعین وقت تک کے لئے پیدا کیا ہے۔ یہ ہمیشہ باقی رہنے والی چیز نہیں ہے اور ہماری زندگی یہ دنیوی زندگی ہی نہیں بلکہ اصل زندگی موت کے بعد ہے۔

انسان کا اصل مسئلہ اُس زندگی سے متعلق ہے اِس زندگی سے نہیں۔ گویا ہماری اعتقادی اساس اور نظریاتی بنیاد کے اعتبار سے ''سنت وتناسب'' میں اس دنیاوی زندگی کی کوئی حیثیت ہی نہیں یہ تو گویا نہ ہونے کے برابر ہے۔

موجودہ دنیا کا خلاصہ معیشت ''سوشلزم'' اور سرمایہ دارانہ ''نظام'' ہے جو ایک دوسرے کی کامل ضد ہیں کیونکہ نظام کے اعتبار سے ایک مشرقی بات ہے تو دوسری مغربی لیکن فکری بنیاد ان دونوں کی ایک ہی ہے یعنی ''مادہ پرستی'' یہ مادہ پرستی ہی تھی جس نے ایک قدم اور آگے بڑھ کر ''جدلی مادیت'' کی شکل اختیار کرلی ہے۔ مادیت ہی بنیاد ہے مغربی جمہوریت کی جس کے ساتھ ''کیپٹیلوم'' کا ضمیمہ لگا ہوا ہے اور اس مادیت ہی ایک زیادہ ترقی یافتہ شکل ''جدلی مادیت'' ہے جس سے دوسرا نظام پھوٹا ہے جسے ''شو شلزم'' اور ''کیموزنم'' کہا گیا ہے یا اس کے مختلف شیڈز سے اسے پہچانا گیا ہے۔ اسلام کا معاملہ دونو ں سے بنیادی طور پر جدا ہے۔(۱۹)

اسلام کے معاشی نظام کے دو پہلو ہیں ایک جانب قانونی اور فقہی نظام معیشت ہے جس کے بارے میں یہ کہنا غلط نہ ہوگا۔ کہ یہ ایک نوع کی محدود سرمایہ داری ہے اس لیے کہ اس میں انفرادی سر مایہ کاری کی اجازت موجود ہے اگرچہ سرمایہ دارانہ نظام سے بعض تحریری اقدامات نے روک دیا ہے دوسری طرف اسلام کا ''روحانی و اخلاقی'' نظام معیشت ہے جو ایک نہایت اعلیٰ قسم کی ''روحانی اشتراکیت'' ہے۔(۲۰)

محاصل وخراج وصدقات وزکوۃ:

مختلف اغراض ومصالح کی بنا پر اسلام میں آمدنی کے صرف پانچ ذرائع تھے۔ مالِ غنیمت، جزیہ، خراج، زکوٰۃ، صدقات اللہ پاک نے ''غنیمت'' کو خود اپنی ملکیت قرار دیا جس میں پانچواں حصہ خدا اور رسول کے نام سے حکومتِ الٰہی کے مصالح واغراض کے لیے مخصوص فرمایا۔(۱۲)

''اے پیغمبر ﷺ لوگ آپ ﷺ سے مال غنیمت کی نسبت پوچھتے ہیں کہہ دے وہ خدا اور رسول کی ملکیت ہے''(۲۲)

اس کے ساتھ ساتھ زکوۃ کو مالی عبادت قرار دے کر اسے دین کا لازمی رکن قرار دیا

گیا۔(۲۳)

''جو سونا جمع کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں خیرات نہیں کرتے''(۲۴)

''مسلمانوں اپنی کمائی میں اور اس چیز میں سے جو ہم نے تمہارے لیے زمین میں پیدا کیا اچھا حصہ ہے خیرات کرو''۔(۲۵)

''زکوٰۃ ان مصارف کے لیے ہے فقراء و مساکین زکوٰۃ وصولی کرنے والے، مولفۃ القلوب، غلام جن کو آزاد کرانا ہے، مقروض، مسافر اور خدا کی راہ میں یہ خدا کا فرض ہے اور خدا علیم و حکیم ہے''۔(۲۶)

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ تاجروں میں جب یہ تین خصلتیں ہوں تو ان کی کمائی عمدہ اور حلال ہوگی۔

۱۔ جب وہ (کسی سے کوئی چیز) خریدے تو (اس کی برائی نہ کرے)

۲۔ اور جب (وہ کسی کے ہاتھ کوئی چیز) فروخت کرے تو اس کی بے بجا تعریف نہ کرے اور بیع میں تدلیس نہ کرے (یعنی خریدار سے مال کا عیب نہ چھپائے)۔

۳۔ اور اس معاملہ کے درمیان (جھوٹی) قسم نہ کھائے۔(۲۷)

حضرت عبید بن رفاعہؓ اپنے والد ماجد حضرت رفاعہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسولؐ سے یہ روایت کی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''تاجر لوگ قیامت کے دن بدکار اٹھائے جائیں گے یعنی (عام تاجروں کا حشر بدکاروں) کے ساتھ ہوگا سوائے ان خدا ترس اور خدا پرست تاجروں کے جنہوں نے اپنی تجارت میں تقویٰ، نیکی، حسن سلوک اور سچائی کو برتا ہوگا''(۲۸)

معاملات و عبادات و اعمال صالحہ:

معاشرہ کو پرمسرت اور مطمئن بنانے کا انحصار عبادات اور کافی حد تک معاملات و اعمال صالحہ پر ہوتا ہے۔ ان معاملات کی حسن ادائیگی میں ہی دونوں جہاں کی کامیابی کی نوید ہے۔

عبادت کے معنی عام طور سے وہ چند مخصوص اعمال سمجھے جاتے ہیں جن کو انسان خدا کی عظمت اور کبریائی کی بارگاہ میں بجالاتا ہے لیکن یہ عبادت کا نہایت تنگ مفہوم ہے۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ کے ذریعے سے انسانوں پر جو حقیقت ظاہر فرمائی اس کا اصل جوہر یہ نہیں ہے کہ گذشتہ مذاہب کی عبادات کے طریقوں کے بجائے اسلام میں عبادت کے دوسرے طریقے مقرر ہوئے بلکہ یہ

ہے کہ انسانوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ عبادت کی حقیقت اور رعایت کیا ہے ساتھ ہی عبادات کے گذشتہ ناقص طریقوں کی تکمیل، مبہم بیانات کی تشریح اور مجمل تعلیمات دی گئیں:

قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ:

''اور ہم نے جن وانساں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہی جنت والے ہیں''(۲۹)

اسلام نے انسان کی نجات اور فلاح کو دو چیزوں ایمان وعمل صالح پر مبنی قرار دیا ہے۔قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ

''زمانہ (مع پوری انسانی تاریخ کی) گواہ ہے کہ انسان گھاٹے میں ہے لیکن جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے''۔(۳۰)

''تو جو کوئی نیک عمل کرے اور مومن بھی ہو تو اس کی کوشش اکارت نہ ہوگی اور ہم اس کے (نیک عمل کو) لکھتے جائیں گے''۔(۳۱)

بے شک جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کی مہمانی کے لئے باغ فردوس ہیں۔

اس طرح یہ اصول ثابت ہوتا ہے کہ نجات کا دارو مدار صرف ایمان پر نہیں بلکہ ایمان کے ساتھ عمل صالح پر ہے اور یہ ہی وہ سب سے بڑی صداقت ہے جس سے اسلام سے پیشتر مذاہب میں افراط اور تفریط نمایاں تھیں۔(۳۲)

عہد کی پاسداری:

''بے شک عہد کے بارے میں تم کو جواب دہی کرنی ہوگی پیمانے سے دو تو پورا دو اور تو لو تو ٹھیک ترازو سے تولو یہ اچھا طریقہ ہے اور بلحاظ انجام بھی یہ ہی بہتر ہے''۔''بے شک وعدے کی باز پرس ہوگی''(۳۳)

''پس اس کا اثر ان کے دل میں خدا نے نفاق رکھا اس دن جب وہ اس سے ملیں گے اس لیے کہ انہوں نے خدا سے وعدہ کر کے خلاف کیا اور اس لیے وہ جھوٹ بولتے تھے''(۳۴)

صحیحین میں منافق کی تین نشانیوں میں سے ایک وعدہ خلافی ہے۔''قیصر نے ابوسفیان سے جو سوالات کئے ان میں ایک، یہ بھی تھا کہ کبھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بدعہدی بھی کی ہے۔ابوسفیان کو جواب دینا پڑا کہ ''نہیں''۔(۳۵) ابورافع ایک غلام تھے حالت کفر میں قریش کی طرف سے سفیر بن کر مدینہ منورہ آئے حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چہرے مبارک کو دیکھا تو اسلام کی صداقت کا یقین ہوگیا عرض کیا

کہ میں اب کافروں میں نہیں جاؤں گا۔آپ (ﷺ) نے فرمایا میں عہد شکنی نہیں کرتا اور نہ قاصدوں کو اپنے پاس روک سکتا ہوں ۔تم واپس جاؤ۔ اگر دل کی یہی کیفیت رہے تو واپس آ جانا۔ چنانچہ وہ بحالت اسلام واپس آئے ۔(۳۶)

عہد الٰہی صفت الٰہی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں فرمایا کہ "بے شک اللہ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا" (۳۷) اس کے علاوہ سورۂ البقرہ۔ آل عمران ۔ سورۂ الحج ،سورۂ الروم سورۂ الرعد میں بھی اس کی تاکید فرمائی۔" (اور نیک وہ لوگ ہیں) کہ جب عہد کریں تو اسے وفا کریں۔(۳۸) مزید فرمایا: "اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس رکھتے ہیں" (۳۹) "عہد کو پورا کرو کیونکہ روزِ محشر عہد کی باز پرس ہوگی" (۴۰) "اور وہ اللہ کے ساتھ اپنا عہد پورا کرتے ہیں اور اسے مضبوط باندھنے کے بعد توڑ نہیں ڈالتے" (۴۱) حدیث مبارکہ ہے: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "جس میں عہد نہیں اس میں ایمان نہیں" (۴۲) حضرت امام بخاریؒ نے کتاب الادب میں پورا ایک باب باندھا ہے۔(۴۳)

صبر و برداشت:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "ہم ضرور تمہیں خوف وخطر، فاقہ کشی، جان و مال کے نقصانات اور پھلوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے" اور خوشخبری دیجیے صبر کرنے والوں کو۔(۴۴)

حسن سلوک انتہائی وسیع صفات کا احاطہ کئے ہوئے ہے اس میں خوش گفتاری، خوش کرداری اور خاکساری کے تمام پہلو آ جاتے ہیں۔

حدیث مبارکہ ہے:

> "آپ (ﷺ) نے حضرت ابو ہریرہؓ سے پوچھا یا رسول اللہ یہ حسن خلق ہے کیا؟ آپؐ نے فرمایا یہ کہ تو اس شخص سے رشتہ اخوت استوار کرے جو اس کو توڑنے کے درپے ہو اور اس کو معاف کرے جو ظالم ہو اور اس شخص کو عطا کرے جو تمہیں محروم رکھتا ہے۔(۴۵)

خوش خلقی کی ابتداء مسکراہٹ سے ہوتی ہے حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے۔

"بھائی کا (مسلمان) کو دیکھ کر مسکرانا صدقہ ہے" (۴۶)

مسلمانوں کی ضیافت صلحہ رحمی اور قرض حسنہ، لڑائی کے بدلے بھلائی ۔تحمل، عفو، عدل و احسان، نرم مزاجی، کشادہ ظرفی، حاجت روائی، خوش گفتاری، فیاضی اور راست گوئی کمزوروں پر مہربانی

جیسی صفات ''حسن اخلاق'' کے زمرہ میں آتی ہیں۔

حضرت جریر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ کبھی ایسا نہ ہوا میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا ہوں اور آپؐ نے مسکرا نہ دیا ہو۔(۴۷)

مصافحہ ومعانقہ:

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص کو میں نے سنا وہ نبی اکرمؐ سے دریافت کررہا تھا کہ آدمی جب اپنے بھائی یا دوست سے ملاقات کرے تو کیا اس کے ساتھ معانقہ کرے اور اس کو بوسہ دے! آپؐ نے فرمایا نہیں! اس نے کہا کہ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے اور اس کے ساتھ مصافحہ کرے! آپؐ نے فرمایا ہاں!(۴۸)

زرینؓ نے اتنا اور زیادہ کہا ہے ''مگر یہ کہ وہ بھائی یا دوست دور سے آیا ہو تو (معانقہ کرسکتا ہے) اور بطور تکریم ہاتھ کا بوسہ دے سکتا ہے''۔(۴۹)

☆ مسلمان، مسلمان سے ملے تو اس کو سلام کرنا چاہیے۔(۵۰)

☆ چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے۔

☆ سوار بیٹھے ہوئے کو سلام کرے۔

☆ کم تعداد بڑی تعداد کو سلام کرے۔

☆ چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔

☆ اشارے سے سلام کرنا جب مخاطب دور ہو۔

☆ دور سے سلام کرنا تا کہ مخاطب سن لے۔

خدمت خلق:

خیر خواہی کرنا دین کا نچوڑ ہے(۵۱)

ارشادِ نبوی (ﷺ) ہے:'' تم نیکی کے کامل درجہ کو نہیں پہنچ سکتے جب تک تم اس چیز سے خرچ نہ کروگے جو تم کو پسند ہے'' حضرت ابوطلحہؓ انصاری نے یہ ارشاد سننے کے بعد اپنا محبوب باغ مسلمانوں کے لئے وقف کردیا تھا۔(۵۲)

> ''سرکار دو عالم (ﷺ) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کہے گا کہ اے آدم کے بیٹے! میں بیمار ہوا تو نے میری بیمار پرسی نہ کی۔ انسان جواب میں کہے گا اے پروردگار میں تیری بیمار پرسی کیسے کرتا! تو تو سب کا پروردگار ہے اس پر

اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا اور تو نے اس کی بیمار پرسی نہ کی، اگر تو اس کے بیمار پرسی کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا''۔(۵۳)

احترام انسانیت:

احترام انسانیت نظام معاشرت میں بنیادی اور کلیدی اہمیت رکھتا ہے۔آپؐ کی عادت کسی کو برا اور بھلا کہنے کی نہیں تھی۔ برائی کے بدلہ میں برائی نہ کرتے تھے بلکہ درگزر کرتے تھے اور معاف فرما دیتے تھے۔(۵۴)

آپؐ کسی شخص کے سامنے اس کے عیب بیان نہیں فرماتے تھے اور ایسا کرنے سے منع فرماتے تھے۔احترام انسانیت کا جذبہ اس قدر شدید تھا کہ آپ (ﷺ) کو یہ بھی ناپسند تھا کہ صحابہؓ ان کی تعظیم کے لئے اٹھیں (کھڑے ہوں):

''ایک مرتبہ نبی اکرمؐ گھر سے باہر تشریف لائے لوگ آپ ﷺ کی راہ میں تعظیم اٹھ کھڑے ہوئے تو آپؐ نے فرمایا کہ:''اہل عجم کی طرح تعظیم کے لئے نہ اٹھو''(۵۵)

تواضع وانکساری:

حسن معاشرت کی ایک اور اعلیٰ صفت تواضع وانکساری ہے یہ صفت سرور کائنات کی عادت تھی کہ جب صحابہؓ سے کوئی ملتا اور وہ ٹھہر جاتا تو آپ بھی ٹھہر جاتے اور جب تک وہ نہ ہلتا آپؐ بھی کھڑے رہتے۔(۵۶)

تواضع وانکساری کے برعکس تکبر کو سخت ناپسند فرمایا گیا ہے۔

''اہل تکبر قیامت کے دن چونٹیاں بنا کر اٹھائے جائیں گے''۔(۵۷)

اس کے علاوہ مزید ارشاد ہے کہ:

''جس کے قلب میں رائی کے دانے یک برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا''

یعنی تکبر یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو صفات کمالیہ میں دوسروں سے زیادہ سمجھے اور ظاہر ہے کہ جب انسان کا اپنے متعلق ایسا خیال ہوتا ہے تو نفس پھول جاتا ہے اور پھر آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں(۵۸)

احترام والدین:

''اور تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ بغیر اس کے کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں

باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو"۔(۵۹)

"اللہ کے سوائے کسی کی عبادت نہیں کرو گے اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو"۔(۶۰)

"والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اف تک نہ کہو نہ ہی انہیں جھڑک کر جواب دو بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو اور ان کے سامنے جھکے رہو"۔(۶۱)

"اور دعا کیا کرو پروردگار ان پر رحم کر جس طرح انہوں نے رحمت وشفقت سے مجھے بچپن میں پالا تھا"۔(۶۲)

حضرت حسنؓ کا قول ہے کہ اف کے نیچے بھی کوئی درجہ ماں باپ کے تکلیف دینے کا ہوتا ہے تو اللہ جل شانہ اس کو بھی حرام قرار دے دیتے۔

ارشاد رب ہے کہ:

"پروردگار مجھے اور میرے والدین کو معاف کر دینا"(۶۳)

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ ایک شخص اپنی والدہ کو کمر پر اٹھائے ہوئے طواف کر رہا تھا اس نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا میں نے اس طرح خدمت کر کے اپنی والدہ کا حق ادا کر دیا ہے حضورؐ نے فرمایا ایک سانس کا بھی حق ادا نہیں ہوا۔

"رضائے پروردگار رضائے والدین میں ہے"۔(۶۴)

دعوت حق:

قرآن پاک میں بیشتر آیات درج ذیل ہیں جن میں "امر بالمعرف کی تاکید وترغیب فرمائی گئی ہے حق سبحانہ تعالیٰ نے خود اس بات پر توجہ مبذول کرائی ہے:

"اور اس سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جو خدا کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں"(۶۵)

"اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ضروری ہے کہ خیر کی طرف بلائے اور نیک کاموں کے کرنے کو کہا کرے اور برے کاموں سے روکا کرے اور ایسے لوگ پورے کامیاب ہوں گے"(۶۶)

آپؐ نے فرمایا کہ:

"نبی اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی ناجائز کام کو ہوتے ہوئے دیکھے اگر اس پر

قدرت ہو کہ اس کو ہاتھ سے بند کردے اگر اتنی قدرت نہ ہو تو زبان سے اس پر
انکار کردے۔ اگر اتنی قدرت نہ ہو تو دل سے اس کو برا سمجھے اور یہ ایمان کا بہت
ہی کم درجہ ہے"

غیرت واحسان:

آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم دوسروں کے مشورہ کے محتاج نہ بنو بلکہ خود صاحب الرائے اور پختہ ارادہ کرنے والے بنو اور بے بلائے ہوئے کسی کے گھر کھانا کھانے نہ جایا کرو۔ تم کہتے ہو کہ جو ہم سے نیکی کرے گا ہم بھی اس سے نیکی کریں گے اور جو بھلائی کرے گا ہم بھی اس سے نیکی کریں گے اور جو برائی کرے گا ہم بھی اس سے برائی کریں گے لیکن تم کو چاہیئے کہ تم اپنے آپ کو اس بات کا عادی بناتو کہ جو تمہارے ساتھ احسان کرے تم بھی اس کے ساتھ احسان کرو اور جو تم سے برائی کرے تم اس سے بھی بدی نہ کرو بلکہ اس پر احسان کرو۔ (٦٧)

قناعت پسندی:

حدیث پاک ہے کہ: "آپؐ نے فرمایا" خوشخبری ہو اس کو جس کو اسلام کی ہدایت ملی اور اس کی روزی ضرورت کے مطابق ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس پر اس کو قانع بنادیا ہے"۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ بادشاہ روئے زمین پر مخلوق پر رحمت وشفقت کرنے میں خدا کا سایہ ہوتا ہے خدا کے بندے جو مظلوم ہوں اس سایہ میں پناہ لیتے ہیں اگر وہ انصاف کرے تو اس کا ثواب دیا جاتا ہے اور رعیت پر اس کا شکر ادا کرنا واجب ہوتا ہے اور اگر وہ ظلم کرے یا فرد کی امانت میں خیانت کرے تو بار گناہ اس پر ہے اور رعیت کو صبر کرنا لازم ہے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ: "مسلمانو! تم میں سے ہر ایک حکمران ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کی نسبت سے سوال کیا جائے گا جو آدمی لوگوں پر حکومت کرتا ہے وہ ان کا داعی ہے اور لوگ اس کی رعیت میں ہیں حاکم سے ان کی رعیت کی نسبت باز پرس کی جائے گی ہر آدمی اپنے گھر والوں کا راعی ہے"۔

حضرت ابو اہریرہ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا تین شخصوں کا کلمہ کبھی قبول نہیں ہوتا ایک ان میں وہ حاکم ہے جو اپنی رعایا پر ظلم کرتا ہے۔

اسلامی نظام معاشرت میں رزائل کی سختی سے ممانعت ہے ان رزائل کی ترتیب دو نظریوں کے مطابق دی جاسکتی ہے ایک یہ کہ کسی برائی کے اثر کا دائرہ کتنا وسیع ہے اور دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ ناپسندیدگی

اور عدم رضا سے کس کو کتنا لگاؤ ہے ان رزائل میں سب سے پہلے "فَحْشَاءُ" "مُنْكَرَ" پھر "بَغْيِ" کا ذکر ہے۔

"فَحْشَاءُ" سے مراد یہ ہے کہ وہ برائی جو ایک فرد کی ذات تک محدود رہتی ہے "مُنْكَرَ" سے مراد جس سے پوری جماعت کی معاشرتی زندگی متاثر ہوتی ہے اور "بَغْي" سے مراد وہ برائی ہے جو جماعت سے آگے بڑھ کر پورے ملک وملت پر چھا جاتی ہے۔

دوسرے نظریے کے مطابق یہ رزائل وہ ہیں جن سے خدا کی رحمت چھن جاتی ہے پھر وہ برائیاں ہیں جو خدا کی محبت سے محروم کر دیتی ہیں۔(۶۸)

اسلامی معاشرے کو اللہ پاک نے وہ بہترین نظام دیا ہے کہ جس میں بڑی باتوں پر ہی توجہ نہیں دی گئی بلکہ چھوٹی برائی کو بھی دیکھا گیا ہے۔ ''حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ خدا کی نظر میں بدترین آدمی قیامت کے دن وہ ہوگا جس کی بدزبانی اور سخت کلامی کی وجہ سے لوگ اس سے ملنا چھوڑ دیں''۔

حدیث مسلم میں ہے کہ:

> ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا جس کے پاس درہم و دینار نہ ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا! نہیں بلکہ مفلس وہ ہے جو آخرت میں اس حالت میں جائے گا کہ اس کے پاس نماز بھی ہے، روزہ بھی ہے، زکوۃ بھی ہے، حج بھی ہے مگر ساتھ ہی اس نے دنیا میں کسی کو مارا بھی تھا، کسی کو گالیاں بھی دی تھیں، کسی کی غیبت کی تھی، ان میں سے ایک آیا نماز لے گیا، دوسرا زکوۃ لے گیا، پھر بھی حق دار بچ گئے، تو اس پر ان کے گناہ ڈال دیئے جائیں گے۔ اس طرح وہ شخص محروم ہو کر دوسروں کے گناہ لے کر جہنم میں بھیج دیا جائے گا''۔(۶۹)

اس طرح یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ اسلام کی سلطنت اور طرز معاشرت اسلامی احکام پر قائم ہے جو رسول پاک ﷺ کے ذریعے سے ملے ہیں یہ تمام وہ احکامات ہیں جن کی پیروی اور پاسداری ہی میں انسانیت کی فلاح و کامرانی ہے۔ دنیا کا کوئی معاشرہ اور کوئی نظام معاشرت ''اسلامی نظام معاشرت'' کا متبادل نہیں ہو سکتا۔ اہل علم ہوں یا اہل فکر، اہل ذکر ہوں یا اہل نظر سب کی بقاء اور فلاح و عظیم کامیابی کی اساس اسی نظام معاشرت میں ہے۔

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

حواشی وحوالہ جات:

۱۔ سورۃ مائدہ آیت نمبر ۳
۲۔ خالد علوی، ڈاکٹر، اسلامی نظام معاشرت، ص ۱۲۔۱۱
۳۔ سورۃ البقرہ
۴۔ سورۃ احزاب، آیت نمبر ۲۱
۵۔ سورۃ الاحزاب، آیت ۶
۶۔ نعیم صدیقی، محسن انسانیت، ص ۳۱۔۴۰
۷۔ سورۃ الصف، آیت ۹
۸۔ شبلی نعمانی، سیرت النبی ﷺ، ج ہفتم۔ ص ۱۱
۹۔ شبلی نعمانی، سیرت النبی (ﷺ) ج ششم۔ ص ۱۷
۱۰۔ سورۃ فتح، آیت ۲۳
۱۱۔ ابن ہشام، سیرت ابن ہشام۔ ص ۲۷۸
۱۲۔ نعیم صدیقی، محسن انسانیت۔ ص ۵۰
۱۳۔ نعیم صدیقی، سیرت ابن ہشام ج ۳۔ ص ۲۷
۱۴۔ شبلی نعمانی، سیرت النبی جلد ۲۔ ص ۱۲
۱۵۔ سورۃ نصر، آیت ۱
۱۶۔ سورۃ النور
۱۷۔ شبلی نعمانی، سیرت النبی ﷺ ج ہفتم۔ ص ۱۲، بخاری ریاض الصالحین باب الصبر
۱۸۔ ڈاکٹر حمید اللہ صدیقی، عہد نبوی ﷺ میں نظام حکمرانی، ص ۲۳۰
۱۹۔ ڈاکٹر اسرار احمد، اسلام کا معاشی نظام، ص ۳۰
۲۰۔ ڈاکٹر اسرار احمد، اسلام کا معاشی نظام۔ ص ۱۳
۲۱۔ شبلی نعمانی، سیرت النبی ﷺ ﷺ، ج ۲۔ ص ۵۱
۲۲۔ سورۃ انفال، آیت ۱
۲۳۔ شبلی نعمانی، سیرت النبی ﷺ ج ۲۔ ص ۵۹۷
۲۴۔ سورۃ توبہ، آیت ۲۵
۲۵۔ سورۃ بقرہ، آیت ۵۵
۲۶۔ سورۃ توبہ، آیت ۱۲۶
۲۷۔ عارفی، ڈاکٹر عبد الحی، اسوئہ رسول اکرم۔ ص ۳۶۰
۲۸۔ امام ترمذی، جامع ترمذی، ابن ماجہ، کتاب التجارۃ

۲۹۔ البقرۃ۔ ۸۲
۳۰۔ سورۃ العصر، آیت ۱۔ ۲
۳۱۔ سورۃ الانبیاء۔ ۹۳
۳۲۔ شبلی نعمانی سیرت النبی ﷺ ج ۵۔ ص ۱۵
۳۳۔ سورہ بنی اسرائیل۔ ۳۴
۳۴۔ سورہ التوبہ۔ ۷۷
۳۵۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری باب بدء الوحی۔ ص ۵۹۱
۳۶۔ ابن ھشام، سیرت ابن ھشام، ج ۱، ص ۲۲۵
۳۷۔ سورۃُ الزمر۔ ۲۰
۳۸۔ سورۃُ البقرہ۔ ۱۷۷
۳۹۔ المومنون۔ ۸
۴۰۔ سورۃٔ بنی اسرائیل۔ ۳۴
۴۱۔ الرعد۔ ۲۰
۴۲۔ مسند احمد، مشکوۃ کتاب الایمان ج ۱۔ ص ۱۷
۴۳۔ بخاری، صحیح بخاری، باب حسن العھد من الایمان
۴۴۔ سورہ البقرہ آیت ۱۵۵
۴۵۔ امام بیہقی، سنن بیہقی کتاب الاخلاق
۴۶۔ ترمذی، سنن ترمذی، کتاب البر۔ ص ۱۱ ج ۲
۴۷۔ بخاری کتاب الادب، مسلم باب من فضائل جریر بن عبداللہ۔ ص ۲۹۷۔ ج ۲
۴۸۔ ترمذی، سنن ترمذی، باب المصافحۃ
۴۹۔ مشکوۃ راز اترغیب وترتیب للمنذری
۵۰۔ الادب المفرد
۵۱۔ سورۃُ آل عمران۔ ۹۲
۵۲۔ بخاری ومسلم مشکوۃ باب الفضل الصدقہ
۵۳۔ القشیری، مسلم ابن حجاج صحیح مسلم کتاب البر، ج ۲۔ ص ۳۱۸
۵۴۔ ترمذی، سن ابن ترمذی باب ماجاء فی خلق رسول اللہ ص ۲۲۔ ج ۲
۵۵۔ ابو دائود، سنن ابوداؤد، کتاب الادب، ج ۲، ص ۳۶۲
۵۶۔ ابن سعد۔ طبقات ابن سعد ذادا المعاد، ج ۲، ص ۱۰۵
۵۷۔ ترمذی، سنن ترمذی کتاب الزھد والرقاق
۵۸۔ تبلیغ دین۔ ص ۲۹
۵۹۔ سورہ بنی اسرائیل۔ ۲۳

۶۰۔ البقرۃ۔۸۳
۶۱۔ تبلیغ دین۔ص۱۲۹
۶۲۔ بنی اسرائیل۔۲۳۔۲۴
۶۳۔ سورۃ ابراھیم۔۴۱
۶۴۔ مشکوۃ باب البر والصلۃ، تفسیر ابن کثیر، ج۳۔ص۳۵۔
۶۵۔ تھانوی، مولانا اشرف علی، بیان القرآن
۶۶۔ کاندھلوی، مولانا محمد زکریا، فضائل اعمال فضائل تبلیغ، ص۸۰۵
۶۷۔ کاندھلوی مولانا محمد زکریا، فضائل اعمال ،فضائل تبلیغ۔ص ۸۰
ترمذی، مشکوۃ
۶۸۔ سیرت النبی ﷺ ج ششم۔ص۳۳۰۔۳۳۱
۶۹۔ امام مسلم، صحیح مسلم باب تحریم الظلم، ترمذی، مسند احمد

کتابیات:

۱۔ سیرت النبی ﷺ، علامہ شبلی نعمانی، علامہ سلیمان ندوی، جلد دوم
۲۔ سیرت النبی ﷺ، علامہ شبلی نعمانی، علامہ سلیمان ندوی، جلد سوم
۳۔ سیرت النبی ﷺ، علامہ شبلی نعمانی، علامہ سلیمان ندوی، جلد ششم
۴۔ سیرت النبی ﷺ، علامہ شبلی نعمانی، علامہ سلیمان ندوی، ہفتم
۵۔ اسلامی معاشرت، عبدالستار قاسم، مکتب تعاون برائے دعوت واشاعت ریاض سعودی عرب
۶۔ فضائل اعمال، حضرت مولانا زکریا صاحب، مکتبہ الایمان لاہور
۷۔ اسلامی نظام معیشت، ڈاکٹر اسرار احمد، مکتبہ خدام القرآن لاہور
۸۔ اسوہ رسول اکرم ﷺ، حضرت عارف باللہ ڈاکٹر محمد عبدالحیٔ، دارلاشاعت، کراچی
۹۔ محسن انسانیت، نعیم صدیقی، الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور
۱۰۔ تبلیغ دین، امام غزالیؒ، المیز ان ناشران تاجران کتب لاہور
۱۱۔ حقوق العباد، محمد اشرف علی تھانوی، ادرہ اسلامیات کراچی
۱۲۔ حقوق العباد، اوصاف علی، ادرہ اسلامیات کراچی
۱۳۔ الرحیق المختوم، محمد اقبال قریشی (انگلش ترجمہ)، دارلسلام ریاض جدہ
۱۴۔ سیرت النبی ﷺ انسائیکلوپیڈیا، ام عبدمنیب، دارلکتب اسلفیہ، لاہور
۱۵۔ مدنی معاشرہ، حضرت مولانا محمد یونس صاحب پانپوری، کتب خانہ اشرافیہ، کراچی